

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

رنگین

غنایا سجاد

رنجش



از قلم غنایا سجاد

All Rights Reserved

Copyright: Ghanaya Sajjad (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

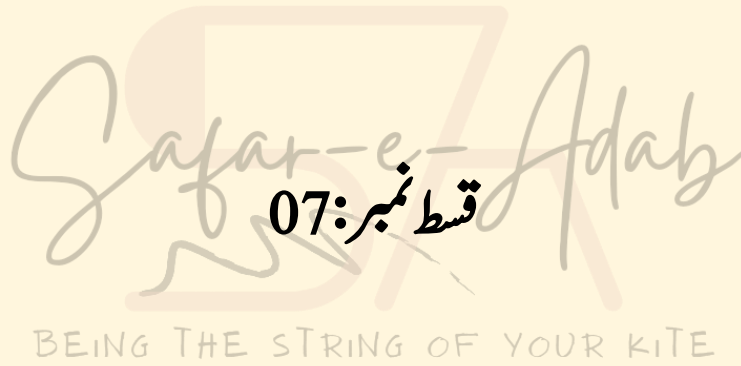
adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

رنجش کے تمام جملہ حقوق لکھاری "غنا یا سجاد" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





حالانکہ وہ صرف ایک رات کے بعد اپنے گھر والوں کو دیکھ رہی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے مانوں صدیاں گزر گئیں ہوں۔ وہ اپنی ماں سے ملی اور پھر بہت ضبط سے ایک طرف کھڑے اپنے باپ کو دیکھا۔ زیمیل نے آج تک زندگی میں اپنے باپ کے کندھے جھکے ہوئے نہیں دیکھے تھے اور آج اسے لگا اپنے زندگی میں پہلی بار ملی تھی۔ لیکن اس نے تو ہمیشہ اپنے باپ کا مان رکھا تھا۔ تو پھر ایک ناکردہ جر کے بوجھ تلے انکے کندھے کیوں جھک گئے تھے۔ اسے زمان سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔ اس شخص کی وجہ سے اسے اور اسکے گھر والوں کو جو رسوائی اٹھانی پڑ رہی تھی وہ چھوٹے تو نہیں تھی۔ وہ دور سے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ اب زمان ان کے پاس جا کر ان سے مل رہا تھا۔ وہ بہت زور سے اس کے گلے لگے تھے۔ زیمیل نے ناگواری سے پہلو بدلے۔

"اپنے ڈیڈ سے نہیں ملو گی؟" وہ نہیں جانتی تھی کب اشرف سلطان اسکے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔
 "وہ مجھ سے ملیں گے؟" وہ مسلسل سلیمان کو دیکھ کر بات کر رہی تھی۔

"میرے ساتھ چلو۔" انہوں نے اسکو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، اس نے اپنی آنکھوں میں موجود نمی کو اندر دھکیلا۔
 اشرف سلطان نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ دونوں قدم بڑھا کر، ہمت جمع کر کے زمان سے باتیں سلیمان صاحب کے سامنے کھڑے تھے۔

"السلام علیکم ڈیڈ۔" وہ خود پر بہت ضبط کر رہی تھی۔ آواز رندھی جا رہی تھی لیکن وہ خود کو مضبوط ظاہر کر کے مسکرا رہی تھی۔ سلیمان صاحب نے اسکی طرف دیکھا۔ پھر نظریں پھر لیں۔ اسکے سر پر پیار دیا اور آنکھ کا کونا صاف کر کے اسکی پیشانی چومی۔ اتنے سارے لوگوں میں وہ کوئی جذباتی سین نہیں بنانا چاہتے تھے۔ مارکی میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ کون کس کا دشمن تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔ پہلے ہی وہ چند edited تصاویر کی وجہ سے بہت برے پھنسے تھے۔
 "تم ٹھیک ہو؟" سلیمان صاحب کی آواز میں بے قراری تھی جو چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ مگر وہ لہجہ لیادیا سالے کر اس سے پوچھ رہے تھے۔

"جی۔" اب اس نے اپنی نظریں مکمل زمین پر گاڑھ لیں تھی۔ اگر انکی طرف دیکھتی تو ضرور رو دیتی۔ گہرا سکوت چھا گیا۔

"حماد کدھر ہے سلیمان؟" اشرف سلطان نے خاموشی توڑنی چاہی۔

"وہ شاید زین کے ساتھ ہے۔ ابھی زین ملا تھا تو دونوں ساتھ ہی تھے۔" توجہ کا مرکز ابھی بھی خود کو سنبھالتی زیمیل ہی تھی۔

"سارا سے ملیں تم؟" سلیمان نے بیٹی سے پوچھا۔
"نہیں ڈیڈ۔"

"جاؤ مل آؤ وہ تمہارا بہت بار پوچھ چکی ہے۔" وہ اسکو جانے کا کہہ رہے تھے؟ اشرف سلطان نے زمان کو دیکھا۔ عجب خاموشی سی تھی سب کے درمیان۔ زمان نے انکا اشارہ سمجھ لیا تھا۔
"میں بھی رو حیل سے نہیں ملا۔ چلو زیمیل تم بھی مل لو سارا سے۔" وہ کچھ بشارت سے اپنے مخصوص شائستہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"جاؤ بچوں۔" اشرف سلطان نے بھی زیمیل کے سر پر ہاتھ رکھ کے جانے کا کہا۔

Safar-e-Adab ﴿﴾...﴿﴾...﴿﴾

"زیمیل ٹھیک رہی؟" حماد ابھی تک اس سے نہیں ملا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"surprisingly وہ بہت کالم اور کمپوزرڈ تھی۔" زین نے حماد کو دیکھا۔
"اور زمان؟ وہ اسکے ساتھ ٹھیک تھا؟"

"زمان ایک بہت اچھا لڑکا ہے۔ اور زیمیل ایک سمجھدار لڑکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ دونوں میں سے کوئی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا۔" زین کے پاس اس بات بس یہی جواب تھا۔

"ہاں دونوں میچور ہیں۔ اب بچوں کی طرح الزام تراشی کرنے یا لڑنے سے تو رہے۔" حماد نے اتفاق کیا تھا۔
"زیمیل کو چھوڑو تم بتاؤ؟ تمہاری آنکھیں کیوں بے خوابی کا پتا دے رہی ہیں؟"

"میں نے ایک ہی رات میں دو دو محبتوں کو دور جاتے دیکھا ہے۔ اور محبت میں جدائی بہت جان لیوا ہوتی ہے۔ میری بہن نے ایک ناکردہ گناہ کا کفارہ ادا کیا اور میں... (وہ ہنسا) میں اتنا بد نسیب ہوں کہ جس لڑکی سے محبت کرتا ہوں

اسکو اپنے ہاتھوں سے رخصت کیا ہے۔ "اس نے ایک نظر اٹھا کر بھی سارا کو نہیں دیکھا تھا۔ سارا کو نظر بھر کے دیکھنے کی ہمت بھی نہیں رہی تھی۔

"حماد... دیر کیوں کر دی۔" زین نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں ہر کام کرنے میں

اسے آواز دینے ہو اسے واپس بلانا ہو

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں "وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

"اچھا چھوڑ یہ بتا مینو کیا ہے؟ بریانی بنائی ہے کہ قورما؟"

"صدا کے بھوکے۔" حماد جانتا تھا کہ وہ اسکا دھیان بٹا رہا ہے۔ اس نے آنکھ کا کونا صاف کیا اور مسکرا کر بے اختیار لمبا سانس خارج کیا۔

Safar-e-Adab ﴿※...※...※﴾

"ہمارے درمیان اتنی بے تکلفی ہے نہیں، جتنی کے آپ نے دکھا دی ہے۔" وہ دونوں اسٹیج کی طرف جارہے تھے۔
"موقعے کی مناسبت اور وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم ایک خوش باش کپیل کی طرح رہیں۔" زمان نے سامنے دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"کیوں؟ نہ ہی یہ محبت کی شادی ہے اور نہ ہی کوئی اربنچ میرج ہے۔ یہ ایک ایسی غلطی کی تلافی ہے جو ہم نے کی ہی نہیں۔"

"چلو کم از کم تم نے یہ مانا تو کہ میں بھی تمہاری طرح اس مشکل میں پھنسا ہوا ہوں۔" زمان استہزیہ ہنسا۔

"کم از کم آپ کے گھر والوں کو آپ پر پورا اعتماد ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تمہارے گھر والوں کو بھی ہے۔ تمہیں کیوں غلط لگ رہا ہے؟" اس وہ مکمل اسکی طرف مڑ گیا۔

"جی! اسی لیے میرے ڈیڈ نے مجھ سے صحیح طرح بات نہیں کی۔ اسی لیے جب سلما پھپھو سب کے سامنے مجھے ایک بد کردار کی لڑکی کہہ رہی تھیں تو کسی نے انکا منہ بند نہیں کروایا۔ اعتبار کرتے ہیں!" وہ دبی دبی آواز میں جانے کیوں اس کے سامنے شکوہ کر رہی تھی۔

"میں دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے ڈیڈ سے کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے ڈانٹتے، برا بھلا کہتے، مارتے کچھ بھی کرتے مجھے بالکل برا نہیں لگتا۔ لیکن انہوں نے مجھ سے بات کرنا بند کر دیا ہے۔ اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ انگلی سے اسکی طرف اشارہ کر کے دبے دبے اشتیال میں بولی۔ گھوم پھر کر بات پھر زمان پر آگئی تھی۔

"میری غلطی؟ شاید تم... " اس سے پہلے زمان اپنی بات مکمل کرتا، سلما اپنے بیٹے کو لے کر وہاں پہنچ چکی تھیں۔

"ایک ہی دن میں لڑائی بھی شروع ہو گئی؟" وہی پرانہ گھٹیا لہجہ۔

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ جس طرح کی تصاویریں تھیں، جس طرح بڑوں پر دباؤ ڈال کر تم لوگوں نے شادی کروائی ہے۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آؤ گے۔" انہوں نے تمسخر اڑاتی نظروں سے زیمیل کو دیکھا، جو انہی کو دیکھ رہی تھی۔

انکا اشارہ یقیناً اسکے انگلی اٹھانے کی طرف تھا۔

"آئی، دیکھنے والے کا نظریہ ہوتا ہے۔ میری قمیض پر دھول لگ گئی اور زیمیل نہیں چاہتی کہ اسکا ہنر بینڈ پرفیکٹ سے ایک بھی نمبر کم لگے۔ کیوں زیمیل؟" زمان نے مسکرا کر زیمیل کی طرف دیکھا۔ جس کے گال دھک گئے تھے۔ اس نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اثبات میں سر ہلایا۔

"اب دیکھیں زیمیل کا earring کھل گیا ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر زیمیل کا انر رنگ بند کیا اور بال کان کے پیچھے اڑوس دیے۔

"میں بھی بالکل نہیں چاہتا کہ میری بیڑ ہاف کسی سے بھی کم دکھے۔" وہ اب دوبارہ سلما کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب اگر محبت جتنا ہاتھوں میں ہاتھ ڈالنے کو کہتے ہیں تو، یہ لیں۔ (اس نے نرمی سے زیمیل کا ہاتھ تھام لیا۔) ہاتھوں میں ہاتھ بھی ڈال لیے۔ اب آپ خوش ہیں؟" وہ نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ سلما کو دیکھ رہا تھا جو ہونق بنی کھڑی رہیں۔ انکا بیٹا تو کب کا وہاں سے جا چکا تھا۔

"ہا... ہاں۔ جاؤ مل لو سارا سے تمہارا پوچھ رہی تھی۔" سلما کا آج پھر زمان نے لا جواب کر دیا تھا۔

"چلو سارا اور رو حیل سے مل لیں۔" زمان مسکرا کر سلما کی ایک طرف سے نکل گئے۔ وہ اسٹیج پر چڑھنے لگے، زمیل اور اسکی ساڑھی میں کب سے ایک سرد جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ مگر اب وہ جنگ واقع جنگ بن گئی تھی۔ اسکے پاؤں میں اٹکنے والی یہ ساڑھی اب اسٹیج پر چڑھنے میں دشواری کا سبب بن رہی تھی۔ زمان پہلے چڑھ گیا، وہ ٹھہر کر زمیل کے اوپر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر زمیل کو ہاتھ دیا، زمیل نے اسکا ہاتھ دیکھا، ناگواری سے آنکھیں گھمائیں اور ساڑھی کو ٹخنوں سے بھی اوپر کر کے اسٹیج پر چڑھ گئی۔ اسکی اس حرکت پر زمان کو تپ تو چڑھی لیک لیکن اس وقت وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دونوں جا کر سارا اور رو حیل سے ملے۔ زمیل تو سارا سے ملتے ہی اسکے گلے لگ گئی۔

"زمیل کیا ہو گیا ہے۔" سارا نے اسکی پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک رات میں میں جانے کتنی دفع مری ہوں۔" وہ مشکل سے اپنا لہجہ ہموار رکھ سکی۔

"زمیل... سب دیکھ رہے ہیں۔ سنبھالو خود کو۔" سارا نے اسے خود سے الگ کیا۔ سارا نے ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے اسکی آنکھیں صاف کیں۔

"سارا... مجھے چھوڑو۔ میں ٹھیک ہوں۔ تمہارا اسپیشل دن میں ہر گز برباد نہیں کرنا چاہتی۔" زمیل نے بہت مشکل سے خود کو ہموار کیا اور مسکرا کر سارا کو دیکھا۔ سارا نے اسے ایک دفع پھر گلے سے لگا لیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" سارا نے آہستہ سے کہا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔" اس نے دل میں سوچا۔

"چھوڑ دو یا میری بیوی کو۔ کتنا ملوگی۔" رو حیل نے شرارت سے زمیل کو کہا۔

"ساتھ نہیں لے کر جا رہی بس مل رہی ہوں۔" زمیل نے گلا کھنکالا۔ وہ یقیناً اپنا لہجہ ہموار کر رہی تھی۔

"زمان تمہیں اس کی نظروں میں اپنی ساخت پر بہت کام کرنا پڑے گا۔ ہماری ڈیر کزن کو سیاست دان بہت برے لگتے ہیں۔" سارا بھی بے اختیار ہلکا سا ہنس دی اور زمیل نے گھور کر رو حیل کو دیکھا۔

"واٹ؟ تم ہی تو کہتی ہو، زہر لگتے ہیں مجھے یہ جھوٹے مکار لوگ۔" رو حیل نے اسکی نقل اتاری۔ اب وہ سب بیٹھ گئے تھے۔

"کیا جھوٹے اور مکار نہیں ہوتے؟ دیکھیں سیاست دانوں کی مکاری اور ہوشیاری کی وجہ سے ایک ہی رات میں بغیر کسی نوٹس کے میرا اسٹیٹس ہی بدل گیا۔" وہ طنز کر رہی تھی، اور سب نے یہ بات محسوس کی تھی۔

"زہر لگتے ہیں مجھے وہ لوگ، جو سب کا اچھا بھلا ہنستا مسکراتا موڈ خراب کر دیتے ہیں۔" زمان نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مجھے زہر لگتے ہیں وہ لوگ جو..." زمیل طیش میں ہی آگئی۔

"زمیل اسٹاپ۔" سارا نے اسکا ہاتھ دبایا۔

"واؤ! بڑی جلدی میاں بیوی والے رول کو اڈپٹ کیا ہے تم لوگوں نے!" روحیل نے باری باری ستائش سے دونوں کو دیکھا۔

"میں حماد بھائی سے نہیں ملی۔ مل کر آتی ہوں۔" زمیل نے کرسی چھوڑی اور سارا کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"میں بھی مل لوں حماد سے۔" زمان نے بھی اپنی نشست چھوڑی۔ وہ یقیناً اسے زچ کرنا چاہ رہا تھا۔ زمان اٹھا اور اسٹیج سے اتر کر رکا۔ زمیل بھی اس کے پیچھے ہوئی۔ اب اس ساڑھی کے ساتھ اسٹیج سے اترنا اور بہت بڑا محاذ تھا وہ بھی اتنی لمبی ہیل کے ساتھ۔ اس نے سوچا شاید، زمان اب بھی اسکو ہاتھ دے گا تو وہ تھام لے گی۔ وہ چند پل انتظار کرتی رہی۔ اور وہ اسکی طرف پشت کر کے کھڑا رہا۔ بل آخر وہ بول پڑی۔

"اترنے میں مدد چاہیے۔" زمان ابھی بھی بہرہ بن رہا۔ پھر مجبوری میں اس نے زمان کے کندھے کا سہارا لیا اور اتر آئی۔ اس کے سامنے آکر اسکو گھورا اور پھر شان بے نیازی سے آگے بڑھ گئی۔ زمان نے اس کے ساتھ قدم بڑھایا۔

"پہلے تم نے میرا بڑھا ہوا ہاتھ نہیں دیکھا اور اب مجھے تمہاری بات سنائی نہیں دی۔" زمان نے سامنے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ایک تو کریلا اوپر سے نیم چڑھا۔ ہنہہ!" اس نے سر جھٹکا۔

✧...✧...✧

"اشرف آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج آپ پریس کانفرنس کریں گے۔" سلیمان صاحب نے براہِ اشرف سلطان سے پوچھا۔

"سلیمان، میں ایک ہی دن میں اتنا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں اپنی وعدے کے مطابق آج صبح ہی کانفرنس کروں گا۔ مجھے زیمیل کو بھی تیار کرنا تھا۔ زمان یا میں تو میڈیا کو سنبھال سکتے ہیں لیکن وہ بچی نہیں۔" اشرف سلطان نے بہت شائستہ انداز میں اپنی بات سمجھائی۔

"اشرف میں نے آپ پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا ہے۔ نہ کوئی جانچ نہ کوئی سوال۔" "میں تمہارے اس اعتبار کی بہت قدر کرتا ہوں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری بیٹی کو اپنے بچوں کی طرح ہی رکھوں گا۔"

"بیٹیاں بہت پیاری ہوتی ہیں اشرف۔ ان کے بغیر گھر خالی ہی لگتے ہیں۔ اور میں تو اپنی زیمیل کے لیے ابھی ایسا کچھ سوچ بھی نہیں رہا تھا۔ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے یکے دوست ہیں باپ بیٹی کا تو پھر رشتہ ہے الگ ہوتا ہے۔" سلیمان صاحب آب دیدہ ہو گئے۔ اشرف سلطان نے آگے بڑھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔ انکی پیٹھ تھپتھپاتے رہے۔ اور دور کھڑے زمان نے منظر بہت غور سے دیکھا تھا۔

﴿...※...※...﴾

"ارے آؤ زمان۔ اپنے سالے صاحب سے ملو۔" زین نے ان دونوں کو دیکھ کر خوشگوار سی سے کہا۔ حماد نے اسے کوہنی ماری۔

"کیسے ہو زمان۔" حماد اسکے گلے لگا۔

"اور تم کیسی ہو؟" اس نے زیمیل کو بازو کے ہلکے میں لیا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس سے پہلے زیمیل کچھ بولتی۔ صفا وہاں پہنچ گئیں۔

"ارے زمان بیٹے آپ یہاں۔ کھانا لگ گیا ہے۔ آ جاؤ۔"

"جی آئی۔" وہ جانے لگا تو صفائے اسے روک دیا۔

"روکو بیٹا۔ جاؤ حماد، یہاں بھی کھانا رکھو آؤ۔ بھائی وہاں کہاں سب میں جائے گا۔"

"ارے نہیں آئی۔ میں چلا جاؤں گا۔ آپ تکلف نہ کریں۔" وہ خوشدلی سے انہیں انکار کر رہا تھا۔

"نہیں بیٹا کوئی بات نہیں۔ میں ابھی لگوادیتی ہوں۔ آخر کو میرے اکلوتے داماد ہو۔" وہ پیار سے اسے کہنے لگیں۔

"آپ کے گھر کی مصیبت جو اپنے سر لے لی ہے۔" وہ اتنی سرگوشی میں بولا کہ آواز صرف زمیل کو آئی۔ وہ اپنے ہی طیش میں زور سے بول پڑی۔

"ممی کوئی بات نہیں۔ (داماد بن کر کونساٹا نکلیں ٹوٹ گئیں ہیں۔ چل کر لے آئیں گی کھانا۔)" آخری جملہ وہ بھی سرگوشی میں بولی تھی جو زین اور حماد نے تو نہیں سنا لیکن زمان اور صفانے سن لیا تھا۔

"حماد! جاؤ بیٹا دونوں بھائیوں کو لے کر جاؤ کھانے کی طرف۔" صفانے مسکرا کر زین اور زمان کو حماد کے ساتھ بھیجا۔

زمان کو فون بجا تو وہ کچھ فاصلے پر فون سننے رک گیا۔

"کیا بول رہی تھی تم؟ کچھ تمیز سیکھ لو۔ یہ حماد نہیں ہے جس کو کچھ بھی کہو گی۔ نہ ہی وہاں تمہارا باپ ہے جو ہر الٹی سیدھی بات میں تمہارا ساتھ دے گا۔ شرافت دیکھو اسکی جس نے تمہیں بغیر کسی سوال جواب کی بیاہ لیا۔ عزت کرو اسکی۔ تمہارا شوہر ہے۔" صفانے اسے ڈانٹ دیا۔ زمیل منہ سی کر کھڑی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ زمان کچھ فاصلے پر کھڑا سب سن رہا ہے۔

"اب تمہارے منہ سے اس طرح کی کوئی بات نہ نکلے۔ بیٹا، یہ رشتے جتنے مضبوط ہوتے ہیں اتنے ہی کمزور بھی۔ تم اسکو عزت دو گی وہ تمہارا احترام کرے گا۔"

"تو کیا اسکا فرض نہیں ہے میرے عزت کرنا؟" زمیل نے شکوہ کیا۔

"ابھی ایک ہی دن میں تم کیسے اخذ کر سکتی ہو کہ وہ تمہاری عزت کرے گا یا نہیں۔ میں نے دیکھا کیسے اس نے سلما کو خاموش کروایا۔ اس سے زیادہ تمہیں کیا چاہیے کہ وہ تمہاری ڈھال بن گیا۔" اب وہ کچھ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"جی ممی۔" وہ بس سر ہلا سکی۔ فاصلے پر کھڑا زمان بہت لطف اندوز ہوا تھا۔ اسکے مسکراہٹ زمیل کو زہر لگی تھی۔

✽...✽...✽

پریس روم میں پینل پر تین لوگ بیٹھے تھے۔ سفید شلوار قمیض میں ملبوس زمان اور اشرف سلطان کے درمیان سفید چکن کی چادر اوڑھے زمیل۔

"ہمارے نجی معاملات کو سوشل میڈیا پر اچھالا جانا ایک بہت اوچھا ہتھکنڈا تھا۔" اشرف سلطان بہت کرخت آواز میں بولے۔

"میری بہو اور بیٹی کی بارے میں غلیظ گفتگو اور ایڈیٹ تصویریں جس کسی نے آپ لوڈ کیں اس تک تو ہم پہنچ ہی جائیں گے۔ لیکن خبروں میں اس بات کو اچھلنا اس پر ٹاک شوز کرنا ایک گھٹیا عمل تھا۔"

"سراگر زمان اشرف شادی کر چکے تھے تو یہ بات ڈس کلوز کیوں نہیں کی گئی۔" ایک رپورٹر اٹھ کر بولا۔

"آپ کی شادی ہو گئی؟" زمان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی..."

"تو آپ نے ڈسکلوز کیوں نہیں کیا؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"بلکل اسی طرح میری شادی میرا ذاتی معاملہ ہے۔" زمان نے اسے چپ کر دیا تو وہ شرمندگی سے واپس کر سی پر بیٹھ گیا۔

"میڈم آپ کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟" ایک لڑکی رپورٹر نے ذمیل سے سوال کیا۔

"ڈیڑھ ماہ پہلے۔" وہ بہت سخت اور لیے دیے انداز میں بولی۔

"آپ کی اور زمان اشرف کی پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی۔"

"ہم ایک کامن دوست کی سالگرہ پر ملے تھے۔" وہی لٹھ مار انداز۔

"میرا نہیں خیال مزید کوئی ذاتی سوال کی گنجائش ہے۔ ہم ملک کے خادم ہیں پبلک پر اپرٹی نہیں۔ کسی کے بھی ذاتی معاملات میں ٹانگ اڑانے سے گریز کریں۔" زمان نے ذمیل کے سامنے رکھے مائیک میں کہا۔ اور ذمیل بے تاثر چہرہ لئے وہاں بیٹھی رہی۔ رپورٹر اب زمان اور اشرف سلطان سے طرح طرح کے سوال کر رہے تھے۔ اور ذمیل بس بت بنی سب دیکھ رہی تھی۔

"میڈم، آپ سے ایک آخری سوال۔" ایک رپورٹر نے پھر ذمیل کو مخاطب کیا۔

"جی کہیے۔"

"آپکا پیشہ کیا ہے؟"

"میں نے ایل ایل بی کی ڈگری کی ہے۔ تو اس حساب سے پیشے سے میں وکیل ہوں۔ lawyercriminal۔" اس کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ اشرف سلطان اور زمان نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ نہیں جانتے تھے یہ بات، کہ زیمیل ایک وکیل بن رہی ہے۔ مگر انہیں موقع بھی کب ملا تھا۔ اب حقیقتاً وہی تو دن ہوئے تھے شادی کو۔

﴿... ※ ... ※ ...﴾

"حیام! میرے بیٹے۔ تم کب واپس آئے۔" اکبر جاوید نے بیٹے کو گلے سے لگایا۔ جو کندھے پر سفری بستہ ڈالے ہوئے تھا۔

"بس ابھی ابھی۔ آپ سنائیں کیسے ہیں؟" اس نے زور سے باپ کو گلے لگایا۔
 "میں تمہارے بغیر کیسا ہو سکتا ہوں۔ یہ محل تمہارے اور ندا کے بغیر خالی لگتا ہے۔" انہوں نے اپنے گھر... نے محل کو گھوم کر دیکھا۔

"مام کہاں ہیں؟"
 "ندا گئی ہے اپنی کسی سہیلی کے گھر۔"
 "تم بتاؤ۔ تم نے تو ایک کال بھی نہیں کی وہاں جا کر۔" وہ اب بیٹے سے شکوہ کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ دونوں ٹی وی لاؤنج میں جارہے تھے۔

"ڈیڈ پہاڑوں میں سگنل نہیں آتے۔ میں نے اتنے دن سے نہ فیس بک دیکھا نہ انسٹا۔ بس ریلیکس کیا۔" وہ مسکرا کر صوفے پر بیٹھ گئے اور انٹرکام سے اپنے ملازم کو پانی لانے کا کہا۔ اور ریموٹ پکڑ کر ٹی وی چلایا کیا۔
 "ہم آپ کو تازہ ترین خبر دیں گے زمان اشرف نے ابھی ابھی اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے زیمیل سلیمان سے شادی کر رکھی تھی۔ ناظرین آپ کو ایک دفع پھر بتاتے چلیں کہ زمان اشرف نے زیمیل سلیمان سے شادی کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ اعتراف انہوں نے اپنی نجی تصاویر سوشل میڈیا پر آنے کے بعد پریس کانفرنس میں کیا ہے... "رپورٹر کہتا جا رہا تھا اور حیام، زیمیل سلیمان کا نام سن کر ٹھہر سا گیا۔ اس کے بعد ترین شک کی تصدیق زمان اور اشرف سلطان نے درمیان بیٹھی زیمیل کی فوٹیج نے کر دی تھی۔

"اتنی مشکل سے جال بجھایا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا وہ اس لڑکی سے شادی کر لے گا۔" اکبر نے تاسف سے سر جھٹکا۔ حیام کے تاثرات پتھر ہو گئے۔ اس نے لہو بھری آنکھوں سے باپ کو دیکھا۔

"ڈیڈ؟ یہ آپ نے کیا؟"

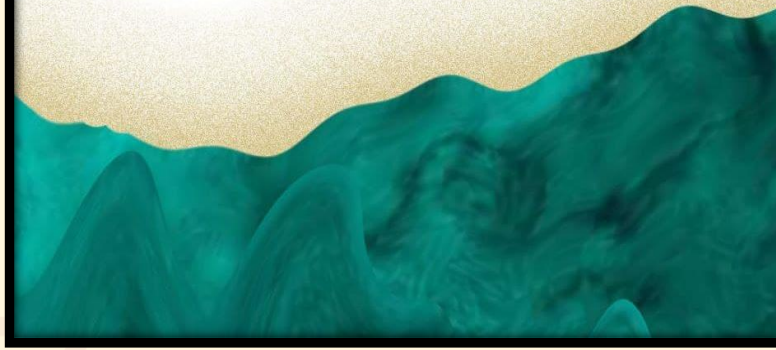
.....

باقی آئندہ



پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

ایسین فتح



ابراہیم

"یہاں دستخط کرو غاڑہ ! " کاغذ غاڑہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غاڑہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا حقارت بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غاڑہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپتے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پھلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غاڑہ ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھر رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غاڑہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

Click here

safareadab.com



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ حیطہ کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھانجی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے ہوئے کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بنا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجہ ہٹا کر گئی۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا مانتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنوں گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے ہلٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

Click here

safareadab.com

وراثت

فاطمہ ملک

ناول احلام کی دیک جھلک

اس کی نگاہوں کی تپش سے احلام کے آس پاس کی
برف پگھل گئی۔

"ہیلو!" اس نے احلام کو خود ہی مخاطب کیا۔ "میں
ابرار ہوں۔ روزینہ کا کزن۔ تم شاید اس کی کوئی
دوست ہو۔" احلام کا جواب نہ ملنے پر وہ خود ہی کہنے
لگا۔

احلام نے انگلی کی پشت سے اپنی ناک کو رگڑا۔ خشک
لبوں پر زبان پھیری۔ پھر بولی۔ "م... میں... میں
احلام ہوں۔ احلام یوسف۔"

"او!... یوسف صاحب کی بیٹی؟" وہ عجیب طریقے
سے مسکرایا تھا۔

"جی!۔" وہ بھی مسکرائی۔ نجانے کیسے اس میں اتنی
ہمت آگئی تھی۔

مردوں کی آنکھوں میں دیکھ کے بات کرنا۔ اور ان
کے قریب کھڑے رہنے سے ہی اس میں ایک عجیب
سی لرزش شروع ہو جاتی تھی۔ لیکن اس کی ٹانگیں
نہیں کانپی۔ بس ذرا ہاتھ لرزنے لگے تھے جنہیں وہ
دوپٹے میں چھپانے لگی۔ اور دل کی دھڑکن بھی تیز
تھی۔ مگر احلام نے اسے ایسا کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔ وہ

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

WEB SPECIAL NOVEL

www.safareadab.com

Is it Dream?

بشری الیاس

احلام

504 Gateway Time-out

روزینہ کی دوست تھی۔ (وہ کیا سوچے گا؟ کہ 'یہ کیسی کمزور سی دوست ہے روزینہ کی!')

"نائس ٹومیٹ یو۔" اس نے ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھایا۔

آنکھیں پھاڑ کے احلام نے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔ ہاتھ خوبصورت تھا۔ مگر احلام میں اسے تھامنے کی ہمت نہیں تھی۔

تھوک نکلنے لگے اس نے ابرار کے چہرے کو دیکھا۔

"کوئی بات نہیں۔" احلام کی حالت کا غلط مطلب اخذ کر کے اس نے ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔ "اب جب تک تم خود ہاتھ نہیں بڑھاتی۔ میں تم سے خفا ہی رہنے والا ہوں۔" ایک آنکھ دبا کے اس نے کوئی مزاق ہی کیا تھا۔

احلام نگاہیں جھکا گئی۔

"ویسے مجھے نہیں معلوم تھا کہ یوسف صاحب کی بیٹی ایسی ہوگی۔" دوستانہ لہجے میں اس کے حلیے پر تبصرہ کیا۔

احلام کے دونوں پیروں کے انگوٹھے اندر کی طرف مڑے۔ عجیب سی تحقیر اس کی نظروں میں احلام کے حلیے کو لے کر تھی۔ لیکن اس کا نام متاثر کن تھا۔ احلام یوسف۔

"پھر کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟" احلام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

وہ مسکرا رہا تھا۔ نجانے کیوں؟ "مجھ سے دوستی کے بارے میں۔ ہاتھ بڑھانے کے بارے میں۔" ابرار نے اس کے دوپٹے میں پوشیدہ ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

کیا اس کے ہاتھ نہ ملانے پر ابرار کو بے عزتی محسوس ہوئی تھی؟ کچھ برا لگا تھا؟ وہ سوچ کے رہ گئی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ایک اجنبی کے لیے اتنا کیوں سوچ رہی تھی؟... لیکن وہ تو کبھی اجنبی رہا ہی نہیں۔ اس کے خواب میں آنے والا شخص اس کے لیے اجنبی کب تھا؟ کیسے ہو سکتا تھا؟

"میں نماز کے لیے...." اس سے جملہ مکمل نہیں ہوا۔

"سنگاپور میں اتنے مذہبی لوگ ہوتے ہیں؟" ابرار کی بات اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ "پتا نہیں۔" احلام نے شانے اچکائے۔

وہ ہنس دیا۔ "خیر! تم نماز پڑھو۔ میں باہر ہی کھڑا ہوں۔" شائستہ لہجے میں کہہ کے وہ باہر نکلنے لگا تھا۔ "باہر کیوں؟" احلام کو سمجھ نہ آئی۔

"روزینہ نے تمام کزن ز کو جمع کیا ہوا ہیں۔ لیکن وہ فرینڈز کے ساتھ بڑی ہو گئی ہے۔ یہ والے کمرے میں تمام کزن ز ہیں۔ ان میں کچھ بوائے ز بھی ہیں۔ یہاں کوئی بھی آسکتا ہے۔ جب تک تم نماز ادا کرتی ہو۔ میں یہی کھڑا ہوں گا... اوکے!"

"لیکن زیادہ وقت لگ گیا تو؟ آپ یہاں کب تک کھڑے رہے گے؟" بے ساختہ اس کی زبان سے پھسلا۔ احلام نے زبان کو دانتوں میں دبایا۔ "جب تک تم چاہو!" ابرار نے ایسے کہا جیسے اسے یقین دلایا ہو۔ وہ دروازے کے باہر ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔ احلام اس کے چہرے کو ایک لمحے تک دیکھتی رہی۔ اس نے کیا انوکھی بات کی تھی؟ کچھ بھی نہیں۔ لیکن یہ احساس عجیب تھا۔ پیارا سا۔ وہ شرم و خوشی سے واشر و م کی طرف بڑھی۔

وضو کرتے ہوئے بھی ابرار عجیب بار بار ذہن کے پردے پر عیاں ہو رہا تھا۔ خوشگوار احساس تھا۔ کوئی اس کے لیے باہر کھڑا تھا۔ وہ خوش تھی۔ آج سے پہلے ایسا نہیں ہوا تھا۔

اس کی حفاظت کے لیے باپ بھائی نہیں تھے۔ وہ جب بھی مصیبت میں ہوتی تھی فلموں کی طرح کوئی ہیرو

آشکار نہیں ہوتا تھا لیکن غیب سے اس کی حفاظت ہو جاتی تھی۔ مگر آج پہلی دفعہ کوئی اس کی حفاظت کے لیے کھڑا ہوا۔ وہ بھی خواب میں ہمیشہ دکھائی دینے والا شخص۔ ابرار عجیب۔

بعض اوقات ہم اصل محافظ کو بھول جاتے ہیں، جو ہر لمحہ ہماری حفاظت کرتا ہیں۔ اور بعض دفعہ وہ ہمیں سوچنے، سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہیں۔ تاکہ ہم اچھے اور برے کی تمیز کر سکے۔ کیا وہ اب اس کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا جو ہمیشہ اس کی حفاظت کرتا آیا تھا؟ لیکن احلام کو باہر کھڑا شخص ہی یاد رہا۔ جب کوئی کھڑا نہیں تھا تب وہ (اللہ) تھا۔ اب کوئی کھڑا ہے، تب بھی وہ موجود ہے۔ اور جب کوئی نہیں ہوگا، تب بھی وہ ہوگا۔ احلام کو اس بات کا احساس بہت بعد میں ہوا۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب